Lesson 3: Al-Isra (Ayaat 23- 35): Day 11 سُوۡرَةُ بَنِیۡ اسرآئیل / الإسرَاء کی تفسیر

وَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰى حَقَّهٗ وَالۡمِسۡكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِ وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا ﴿۲۶﴾

رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق فضول خرچی نہ کرو۔

کیونکہ، اس لئے کے۔

اِنَّ الۡمُبَذِّرِيۡنَ كَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّيٰطِيۡنِ‌ؕ وَكَانَ الشَّيۡطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوۡرًا ﴿۲۷﴾

کیوں کہ فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان کون ہے؟ اور شیطان اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے۔

کیا کریں رشتہ داروں کے ساتھ؟

وَاِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡهُمُ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ تَرۡجُوۡهَا فَقُلْ لَّهُمۡ قَوۡلًا مَّيۡسُوۡرًا ﴿۲۸﴾

اگر اُن سے (یعنی حاجت مند رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں سے) تمھیں کترانا ہو، اس بنا پر کہ ابھی تم اللہ کی اُس رحمت کو جس کے تم امیدوار ہو تلاش کر رہے ہو، تو انہیں نرم جواب دے دو۔

اور یہاں مسافروں، مسکینوں اور رشتہ داروں کی بات کی گئی۔ دو تین مختلف باتیں ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں پہلی بات وَاٰتِ دے دو کیا؟ ذَا الۡقُرۡبٰى حَقَّهٗ قرابت والے کو اس کا حق۔ کسی کو کوئی چیز کب دی جاتی ہے، جب وہ چیز اس کی ہوتی ہے۔ چیز کسی اور کی ہو اور آپ کے پاس رکھی ہو، اور ضرورت کے وقت آپ اس کو نہ دیں تو آپ مجرم بنتے ہیں۔ کل قیامت کے دن وہ آپ سے اپنا حق مانگے گا۔ یہاں اس بات کا ذکر ہے کہ دیکھو اگر رشتے داروں کے ساتھ تعلقات اچھا نہیں رکھو گے تو کل قیامت کے دن وہ اپنا حق لے لے گا۔ رشتے داروں کے حقوق کا خیال رکھ لیں تو

سارے معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔ عموماً انسان اپنے والدین کو تو کچھ نہ کچھ دے لیتا ہے۔ یہ سوچ کر کہ انھوں نے بھی تو آخر مجھے دیا تھا، اگر میں نہیں دوں گا تو لوگ کیا کہیں گے، اور فطری محبت بھی ہوتی ہے۔ لیکن دوسرے رشتے داروں کو دیتے ہوئے اک دم دل گھٹنے لگتا ہے، خود دینا چاہو تو دوسرے روکنے لگتے ہیں۔ کیا ضرورت ہے اتنی دور تک جانے کی۔ گھر والے ہی بہت ہیں۔ کیوں کسی اور کو کچھ دیتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کہتے ہیں یہ تم نہیں دیتے یہ ان کا حق ہے۔ اور رشتے داروں کے حقوق پر سورۃ النساء آیت نمبر 1 پر ہم نے بات کی تھی۔ اس سلسلے میں احادیث کا حوالہ بھی ملتا ہے۔ کہ رشتے داروں کے کیا حقوق ہیں۔ رشتے داروں کے ساتھ انسان کس طرح اچھا سلوک کرے کیا طریقہ ہے جس سے رشتے داروں کا حق دیا جاسکے کیوں کہ اکثر ہم اس بات پر پریشان ہوتے ہیں، کیا کیا جائے، کہاں تک کیا جائے، بعض لوگ یہ سوچ لیتے ہیں کہ چونکہ رشتے داروں کا حق ہے اس لئے جائز ناجائز ہر بات مانی جائے۔ اور بعض لوگ عملی رہنمائی چاہتے ہیں۔

پہلی چیز تو یہ ہے، کہ رشتے داروں کا حق کتنا ہے، اور کیا ہے؟ اس کے بارے میں عربی کا ایک اصول ہے، اَلْاَقْرَبُ مِنَ الْاَقْرَبْ جتنا قریبی رشتے دار ہو گا اتنا اس کا حق زیادہ ہو گا مثلاً باپ، اس کے بعد کون ہو گا چچا، چچا کے بعد کون ہے چچا کا بیٹا، یا بیٹی ان کے بعد ان کے بچے۔ تعلق دُور ہو گیا چچا کا جو حق ہے وہ ان کے بیٹے سے زیادہ ہے۔ جو ان کے بیٹے کا حق ہے وہ ان کے بیٹے سے زیادہ ہے، شمع سے دور ہوتے جائیں، روشنی کم ہوتی جاتی ہے، اسی طرح قرابت والوں کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔

ایک روایت میں چچا کو باپ کا صنوان کہا گیا، جڑواں۔ جڑواں شاخیں، سورہ انعام میں پڑھ چکے ہیں صنوان جڑواں شاخیں، چچا انسان کا ایسا ہی ہے جیسے باپ کا جڑواں بھائی، باپ کے برابر، اسی طرح ماں

کو دیکھیں تو اس کے بعد خالہ کا نام آتا ہے۔۔ دادی اور نانی کو تو آپ بالکل ماں ہی سمجھیں۔ ان کی تو کوئی بات کرنے کی ہی نہیں، اگر کسی کے پاس اس کے بوڑھے والدین ہیں، دادا، دادی ہیں، اُن کو دیکھنا، بھالنا اس پہ حق ہے۔ ہم یہاں ان کی بات کرتے ہیں جو دوسرے رشتے دار آتے ہیں۔ تو ماں کے بعد خالہ، اسی لئے اگر کسی کی ماں اگر خدانخواستہ مر جائے تو اس بچے پر سب سے پہلے حق اسکی خالہ کا ہے۔ باپ نہ رہے تو بچے کی کفالت کا سارا سسٹم چچا کے ذمے ہے۔

پھر یہی سارے تعلق محرم بننے میں بھی آئیں گے۔ اگر جوان بھائی نہیں ہے اور باپ فوت ہو گیا ہے۔ تو اُس بچی کا محرم شادی کے وقت ولی اس کا چچا ہو گا۔ اگر باپ دادا نہیں ہے۔ اسی طرح رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کی بڑی فضلت بڑا اجر ہے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ اس سے عمر میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ کیونکہ دعائیں لگتی ہیں۔ دعائیں انسان کو وہی لگتی ہیں، جو دل سے نکلتی ہیں۔ آپ لاکھ کسی کو کہہ دیں میرے لئے دعا کیجیے گا۔ مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا، وہ کر بھی دے گا اس کو اجر ملے گا۔ مگر دُعا آپ کو وہی لگے گی جو کسی کے دل سے نکلے گی۔ اور دل سے تب نکلتی ہے جب آپ کسی کو خوش کرتے ہیں۔ رشتے داروں کے ساتھ کس حد تک معاملہ کیا جائے۔

1۔ پہلی بات یہ ہے کہ ان کی ضرورت کا خیال رکھا جائے۔

2۔ جسمانی ضروریات کو ہی نہیں، روحانی ضروریات کو بھی، ہم صرف مٹی اور مادے سے ہی نہیں بنے، ہمارے اندر روح بھی ہے۔

3۔ رشتے داروں کے لئے دین کا اہتمام کرنا۔

4۔ ان کو دینی نقطۂ نظر سے مضبوط کرنا، یہ بھی ہماری ذمے داری ہے۔

5۔ کبھی بھی ایسے نہیں سوچنا، کہ ہم سے اُن کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

6۔اب ہم کیاان کو بار بار کہیں کہ اُٹھو نماز پڑھو، قرآن پڑھو۔

!:بعض اوقات ہم رشتے داروں کے معاملے میں گونگے شیطان بن جاتے ہیں۔وہ کیا کماتے ہیں، ہمیں کوئی مطلب نہیں،صاف طور پہ پتہ چلے گا کہ غلط چیز ان کے بزنس میں ہے؛صریح نافرمانی کا کاروبار ہے۔پھر بھی ہم ہر دعوت میں پہنچے ہوتے ہیں۔ہر خوشی غمی میں پہنچے ہوتے ہیں۔پورے دھڑلے سے کھاتے بھی ہیں،اور کھلاتے بھی ہیں۔کوئی پوچھے تو کہتے ہیں کیا کریں رشتے داریوں کے حق تو ہیں۔ دیکھئے ہر جگہ وہ بات یادرکھے گا،خالق کی اطاعت میں مخلوق کی نہیں ماننی۔وہ مخلوق چاہے آپ کا باپ ہے چاہے آپ کا بیٹا ہے۔یا آپ کی بہن ہے یا آپ کا بھائی ہے۔ان سے قریبی رشتے اور کون سے ہونگے۔وہاں بھی نہیں ماننا،کوئی نافرمانی کی دعوت ہے؛کوئی ایسی بات ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے دین کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔تو یہ ان کا حق ہے کہ اچھے طریقے سے ان کو سمجھایا جائے۔اور خود تو بالکل شرکت نہ کی جائے۔ہمارا حال کیا ہے۔ہم سب کو تو کہتے پھرتے ہیں اپنوں کو نہیں کہتے۔شاید اس لئے بھی کہ ہمارے اپنوں کو ہمارے اندر باہر کا حال معلوم ہوتا ہے۔تو بات کریں بھی تو کس طرح کریں۔ رشتے داروں کو دین کی بات پہنچانے کا حکم کتنا اہم ہے۔

اس کی دلیل آپ کو دوں گی، کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلا حکم اترا تھا۔

1۔اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ پڑھئے اپنے رب کے نام سے۔

2۔اور دوسرا حکم کیا تھاوَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَۙ کہ آگاہ کیجئے،اپنے قریب کے رشتے داروں کو۔ عشیرہ خاندان کے لوگوں کو کہتے ہیں۔قریب،برادری،قوم کے لوگ کتنی بڑی دلیل آ گئی ذَا الۡقُرۡبٰى حَقَّهٗ صرف رشتے داروں کی مالی مدد اور ان کی دعوتوں میں جانا اور ان کو ہر موقع پر سوٹ دینا،وہ آیئں

تو آپ کو دیں، آپ جائیں تو آپ کو دیں، عموماً یہی ہم کو غلط فہمی ہوتی ہے کہ رشتے داروں کے حق صرف یہی ہیں کہ بس سر پہ سوار رہو۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ایسے بہت سے دین دار لوگ ہیں، جو الحمدللہ بہت سی مصروفیات ان کی زندگی میں ہیں، رشتے داروں کے ساتھ بہت اچھا معاملہ ہے۔ لین دین بھی ہے لیکن اپنے ٹائم ٹیبل کے مطابق ان سے ملتے ہیں۔ گرمی سردی ہو گی بہنوں کو تحفے بھی دیں گے، خوشی غمی ہو گی اس وقت بھی دیں گے۔ لیکن کبھی چار دن شادی پر اپنی بہنوں کے گھر نہیں دیکھا، کیا کروں بھائی ہوں، بچوں کا ماموں ہوں، نہ گیا تو باتیں ہوں گی، بے عزتی ہو گی۔ تو ایسے موقعہ پر آپ رشتے داروں کا ساتھ نہ دیں گے، اگر کچھ دن پہلے کچھ دن بعد ان کے گھر نہ بیٹھیں گے، تو یہ کوئی حق تلفی نہیں ہوتی، ہمیشہ یاد رکھیں کسی کو آپ خوش تب ہی کریں گے جب آپ کا رب آپ سے خوش ہو گا۔

ہمارے دین کی طرف آنے کی بہت بڑی رکاوٹ یہ رشتے دار بھی ہوتے ہیں۔ اور عموماً یہاں کھٹ پھٹ زیادہ ہوتی ہے۔ باہر والے بہت جلد آپ کو قبول کر لیتے ہیں۔ خاندان کے لوگ دیر سے کرتے ہیں۔ انا بھی ہوتی ہے، کچھ نفسیاتی رکاوٹیں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن انسان کا یہ فرض ہے کہ رشتے داریوں کے حقوق ادا کرتا رہے۔ پھر اس طرح مالی ضرورت ہے تو مال سے مدد کرے۔ اگر ان کے پاس کوئی کام کرنے والا نہیں، اولاد نہیں یا بوڑھے ہیں، خدمت کر دے۔ کاروبار اچھا نہیں تو کاروبار اچھا کرنے میں ان کی مدد کر دے۔ ہر چیز کریں لیکن یہاں نہ کوئی دکھاوا ہے نہ کہیں شہرت ہے، نہ کہیں ریاکاری ہے۔

خاندان کا نام لے کر غلط کام کرنے کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ کل قیامت کے دن جب انسان پکڑا جائے گا، تو اس وقت کہے گا، سورت معارج کی آیتوں میں آتا ہے۔

وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِىَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوۡلُ يٰلَيۡتَنِىۡ لَمۡ اُوۡتَ كِتٰبِيَهۡ‌ ۚ‏ ﴿۲۵﴾

اور جس کا نامہ اعمال اُس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا "کاش میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا گیا ہوتا۔

وَلَمۡ اَدۡرِ مَا حِسَابِيَهۡ‌ ۚ‏ ﴿۲۶﴾ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔

يٰلَيۡتَهَا كَانَتِ الۡقَاضِيَةَ‌ ۚ‏ ﴿۲۷﴾ کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہوتی۔

مَاۤ اَغۡنٰى عَنِّىۡ مَالِيَهۡ‌ ۚ‏ ﴿۲۸﴾ آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔

هَلَكَ عَنِّىۡ سُلۡطٰنِيَهۡ‌ ۚ‏ ﴿۲۹﴾ میرا سارا اقتدار ختم ہو گیا"

آج تو میری سلطنت نے مجھے ہلاک کر دیا۔ سورت معارج میں آتا ہے۔

وَفَصِيۡلَتِهِ الَّتِىۡ تُـْٔوِيۡهِ ۙ‏ ﴿۱۳﴾ اپنے قریب ترین خاندان کو جو اسے پناہ دینے والا تھا۔

وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۙ ثُمَّ يُنۡجِيۡهِ ۙ‏ ﴿۱۴﴾ اور روئے زمین کے سب لوگوں کو فدیہ میں دیدے اور یہ تدبیر اُسے نجات دلا دے۔

اے اللہ میرے سارے قبیلے کو لے لے، آگ میں ڈال دے، لیکن مجھے نکال دے۔ مجھے نجات دلا دے اس آگ سے۔ اُس دن انسان اپنے رشتے داروں کو پکڑوانے کے موڈ میں ہو گا کہ ان کی وجہ سے میں غلط کام کرتا تھا۔ یا ان کے غلط کام پہ میں کچھ کہتا نہ تھا۔ تو آج ان کو پکڑ کر آگ میں ڈال دے، مجھے چھوڑ دے۔ تو لہٰذا انسان کو اپنے اصول مقرر کرنے چاہییے۔ رشتہ وہی ہے جو اللہ کے حکم کے مطابق ہے۔ اللہ نے دیئے یہ رشتے، اور اس کی نافرمانی کے نام پہ جوڑیں گے تو اچھی بات نہ ہو گی۔

اس کے بعد وَالۡمِسۡكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِ اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو۔

یہ دو طبقے ایسے ہیں جہاں خرچ کرنے سے کچھ نہیں ملتا۔ عموماً رشتے داروں کو دے کر خیر کم ہی ملتی ہے۔ غیروں کو انسان دیتاہے تو وہ انسان سے خوش بھی ہوتے ہیں۔ اور اس کی تعریف کرتے ہیں۔ رشتے دار پہلے ہی امید لگائے ہوتے ہیں اس لیے ان کو جتنا بھی دے دیں وہ زیادہ خوش نہیں ہوتے۔ اسی طرح آپ دیکھیں مسکین، اور مسافر یہ دو ایسے لوگ ہیں، جہاں دینے سے انسان کی کوئی تعریف نہیں ہوتی، مسافر آیا اور چلا گیا۔ اس کو تو آپ جانتے ہی نہیں بعد میں، اور مسکین جو ہے، وہ بے چارہ اتنا پِسا ہوا ہے، اور اتنے بوجھ ہیں کہ وہ آپ کو واپسی میں دے تو کیا دے۔

اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ان سب کو دو۔ آپ کہتے ہیں کہ بچتا ہی نہیں کہاں سے دیں۔ رشتے داروں کو دو مسکینوں کو دو، ان مسافروں کو بھی دو۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں پتہ ہے کیوں نہیں بچتا؟ اس کی ایک بڑی وجہ ہے۔ اور وہ کیا ہے اسراف تَبۡذِيۡرًا لہذا وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا فضول خرچی نہ کیا کرو۔ ایک ہی آیت میں اس کو جوڑ دیا گیا۔

کیونکہ عموماً جہاں رشتے داروں کے حقوق مارے جا رہے ہیں، وہاں مسکینوں مسافروں کو نہیں مل رہا تو اس کی وجہ کیا ہے؟ کہ ہم فضول خرچیاں کرتے ہیں۔

غریب آج کیوں بھوکا ہے؟ کیونکہ آج ہماری میز پہ ضرورت سے زیادہ کھانا ہے۔ اور وہ بھی صرف کھانے کے لئے نہیں، دکھانے کے لئے۔ لوگ ایک وقت کے پیاسے ہوں بھوکے ہوں؛ اور ہم آدھا کھائیں اور آدھا پھینکیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ دو لفظ ہوتے ہیں۔ ایک ہوتا ہے اسراف، اور ایک تَبۡذِيۡرًا یہاں تبذیر کی بات ہے۔ ب، ذ، ر اس کا روٹ ہے۔ جس طرح زمین میں بیج ڈالتے ہوئے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ یہ صحیح جگہ پہ گیا ہے یا یہ ادھر اُدھر ہے۔ جیسے کسان بیج ڈالے جاتا ہے۔ یہی

حال تَبۡذِيۡرًا فضول خرچی کا بھی ہے۔ کہ انسان اپنا مال بیچ کی طرح اڑاتا پھرے، اور خرچ کرنے میں شرعی حد سے تجاوز کر جائے۔ ادھر ڈال اُدھر ڈال اس کو کوئی پرواہی نہیں۔ اس سے فائدہ ہو رہا ہے کہ نہیں، یہ صدقۂ جاریہ میں جارہا ہے یا کسی نالی میں گر رہا ہے۔ اس سے مقصد کیا ہے دکھاوا۔

اِنَّ الۡمُبَذِّرِيۡنَ كَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّيٰطِيۡنِ بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ ایک کی بجائے جمع کا لفظ آیا ہے۔ اخوان بھی جمع اور شیاطین بھی جمع۔ یعنی یہ سارے بھائی بھائی ہیں۔ شیطان کون تھا؟ وَكَانَ الشَّيۡطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوۡرًا شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا۔ یہاں شیطان کی صفت كَفُوۡرًا کیوں آئی۔ ناشکری والی؛ اس لئے کہ، تُبَذِّرۡ مال کو فضول خرچ کرنے والا بھی ناشکری کرتا ہے۔ اللہ نے ہمیں مال اس لئے نہیں دیا، کہ ہم بے دریغ استعمال کریں۔ دکھاوا کرنے پہ لگا دیں۔ بلکہ اس لئے دیا کہ اپنی ضروریات پوری کریں۔ اُس کے بعد ان جگہوں تک پہنچائیں جہاں پہ نہیں پہنچا۔ ہمارے ہاں مال دکھاوے کا ذریعہ بن گیا۔

اسراف اور تبذیر میں تھوڑا سا فرق ہے۔ اسراف ہے ضرورت کے کاموں میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا۔ مثلاً کھانا جائز ہے، لباس، گھر بنانا، اس میں ضرورت سے زائد خرچ کر دینا۔ اور تَبۡذِيۡرًا تو اس سے بھی بُری چیز ہے۔ وہ کیا ہے؟ کہ ایسی جگہ پہ خرچ کرنا جن کا ضروریات زندگی سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ فخر، ریا، دکھاوا، نمود و نمائش، فسق و فجور، ایسے کاموں میں خرچ کرنا۔ یہ زیادہ ناشکری کی بات ہے۔ اللہ نے مال دیا اس مال کو شیطان کے راستے میں لگا دیا۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ حال میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں علماء کرام تھے۔ ایک شخص نے ایک عالم سے سوال کیا؟ کہ اسراف اور تبذیر میں کیا فرق ہے۔ تو جو عالم تھے۔ اُنھوں نے بہت اچھا جواب دیا۔ کہنے لگے دیکھیں اس وقت جس ہال میں ہم بیٹھے

ہوئے ہیں، اس میں چھ پنکھے چل رہے ہیں۔ حلانکہ ہم صرف دو پنکھوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یہ اسراف ہے۔ یعنی ضرورت سے زیادہ خرچ کیا۔ اور اگر ہم یہ سارے پنکھے چلتے چھوڑ کر باہر نکل جائیں، تو یہ تبذیر ہے۔ کہ آپ وہاں پہ چلا رہے ہیں جہاں کوئی بیٹھا ہی نہیں۔ کتنی آسان بات ہے۔ اسراف کے کپڑے بنائے تو اتنے بنا لئے کہ اپنے لئے جگہ ہی نہیں رہی کمرے میں۔ پھر ایک اور ساتھ روم بنانا پڑا۔ بیڈ پہ اتنے کپڑے آ گئے کہ اب آپ سوئیں کہاں۔ اور تبذیر کیا ہے کہ، وہاں لگا جہاں لگنا نہیں تھا۔ نافرمانیوں کی حد تک چلے گئے۔ آج ہمارا عموماً کہاں خرچ ہوتا ہے؟ آج پوری کیوں نہیں پڑتی؟ دیکھیں تَبۡذِيۡرًا انسان سے نیکیاں کرنے کی صلاحیت چھین لیتا ہے۔ ایسا شخص ہر وقت اس چیز کا شکار ہوتا ہے کہ مال نہیں، کم ہے خرچہ پورا نہیں ہو رہا۔ نہ ماں باپ کو دیا، نہ بچوں کو دیا، نہ صدقے میں دیا، اور دیا بھی کس کو؟ جہاں صرف برائی ہی پھوٹے گی۔

پہلے اسراف کی لسٹ بناتے ہیں۔ پھر اس کے بعد تبذیر کی۔ اور آخر میں اپنے آپ کو پوچھ لیں گے۔ کہ ہم کہاں کھڑے ہیں، مجھے تو یہ پتا ہے کہ شادی کے ایک ایک جوڑے پہ لاکھوں لگتا ہے۔ کسی نے اپنی بات شیئر کی تھی کہ، منگنی کے آٹھ فنکشن ہوئے۔ فل سکرین پر دلہن کا ڈسپلے ہوا۔ اور جو جوڑا پہنا اس نے وہ آٹھ لاکھ کا تھا۔ پانچ لاکھ کی سلامی، اور کوئی کہے تو کہتے ہیں اولاد کی خوشی نہ کریں؟ شادی کارڈ تو پہلے صرف کاغذ پہ چھپتے تھے۔ اب ویلویٹ کے کپڑوں پہ چھپتے ہیں۔ پہلے کپڑوں پہ موتی ستارے لگتے تھے۔ اب آپ کے کارڈ پہ اسٹون کا کام ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ انسان کی حماقت کی کوئی بات ہو گی کہ ایک کارڈ ایک نظر دیکھنے کے بعد یاد ہی نہیں رہتا کہیں، کہ کہاں گیا؛ شادی کے دن ڈھونڈ ہی رہے ہوتے ہیں لوگ کہ کہاں گیا کس وقت جانا تھا۔ آپ اس پہ کتنا مال لگاتے ہیں۔ شادی کے اب کارڈ ایسے ہیں لگتا ہے کوئی گفٹ آیا ہے۔ واقعی شادی کارڈ گفٹ پیک کی طرح بنا آتا ہے۔ کھول کے دیکھ لیں

کہیں سے ایکا نفار میشن ملے گی کہیں سے کچھ پھر جا کر کارڈ۔ کہتے ہیں کیا کریں پھر شادی تو پھر ایک ہی بار آنی ہے۔

منگنی کی حیثیت کیا ہے؟

شادی سے پہلے اتناد کھاوا۔ آج ہمارے پاس اتنا ٹریش کیوں ہے؟ کبھی سوچا آپ نے؟ جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں ضرورت سے زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ ہر ایک کا دل ہوتا ہے مہمان گھر پہ آتے ہیں ان کی عزت کی جائے۔ ایک سالن کوئی بھی ہو سکتا ہے؟ ایک ڈش چاول کوئی بھی؟ اگر آپ کو لگتا ہے کوئی روٹی نہیں کھاتا تو چاول کھالے گا۔ چاول نہیں کھاتا روٹی کھالے گا۔ اکثر دیکھیں تو نہاری کے ساتھ مرغی، چاول بریانی، کیا ضرورت ہے۔ اچھا کھلائیں، یہ نہیں آپ کے پاس ہے اور آپ اچھا نہیں بنا رہے۔ اچھا کھلائیں بنائیں۔ اکثر لوگ بہت سفید پوش ہوتے ہیں، دل کی خوشی سے کھلاتے ہیں۔ کیا اُمت وسعت کو اس لیے بنایا تھا کہ لوگوں کے آگے بڑا بن کے دکھائے۔ نمود و نمائش کریں۔ پہلے تو شادی تین دن میں ختم ہو جاتی تھی اب تو لگتا ہے یہ ختم ہونے کا نام بھی نہیں لے رہی۔ لگتا ہے انسان اپنے پاؤں اُچھال اُچھال کے دکھانا چاہتا ہے۔ کبھی کبھی لگتا ہے زندگی کا مقصد شادیوں پہ جانا اور آنا مقصد لگتا ہے، اللہ کی اتنی بڑی رحمت اور نعمت کو ہم ضائع کر رہے ہیں۔

آج بھی ہم اپنی شادیوں سے اسراف نکال دیں تو کتنے لوگوں کے گھر بن سکتے ہیں۔ سڑکوں پہ بیٹھے ہوئے گھروں میں رہ سکتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ اللہ کی کائنات میں ہر چیز کا بیلنس ہے۔ ہر انسان کا رزق اللہ تعالیٰ نے رکھا ہوا ہے، کسی کو بھوکا نہیں رکھتا۔ ہوتا کیا ہے کچھ غریبوں کا رزق ان کو ڈائیریکٹ دینے کی بجائے، کچھ امیروں کو دے دیتا ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنا استعمال کرو اور جو محروم ہیں ان کو بھی دے دو۔ وہ یہ سمجھتے یہ کہ یہ ہمارا ہی تھا۔ وہ اس کو اپنی عیاشیوں میں لگاتے ہیں۔ تو غریب

بھوکے رہ جاتے ہیں۔ اگر سارے امیر لوگ ایک ایک غریب کو بانٹ لیں کہ اس کی میں ضرورت پوری کروں گا اس کی تم ضرورت پوری کرو تو یقین مانیں دنیا میں ایک بھی آپ کو غریب نہ ملے، بھیک مانگنے والا نہیں ملے گا۔ ضرورت جو پوری ہو رہی ہے۔ کیوں مانگے گا۔ اللہ تعالی ہمارے حال پہ رحم کر دے آمین۔

اللہ تعالی کہتے ہیں کہ یہ شیطان کے ساتھی ہیں۔ اسی طرح آگے آپ پڑھیں گے کہ جو اللہ کے ذکر سے منہ موڑتا ہے تو وہ بے شک شیطان کے بھائی ہیں، تو اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ شیطان کا بھائی بنانے سے محفوظ رکھے آمین۔

کسی کا شیطان کا بھائی بن جانا چھوٹی بات نہیں ہے۔ آج وقت کیوں نہیں ملتا اللہ کے دین کے لئے؟ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم اوپر دیکھتے ہیں۔ ابھی وہاں پہنچنا ہے ابھی یہ کرنا ہے ابھی وہ کرنا ہے۔ یہ کمی ہے اور محنت کرنی ہے۔ اوور ٹائم لگا لیتے ہیں۔ وَاِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡهُمُ اس آیت کو تھوڑا سمجھنے کی ضرورت ہے۔ تُعۡرِضَنَّ ع، ر، ض، عرض کرنا، اعراض کرنا، عَنۡهُمُ بے رغبتی کرنا، کسی کو اہمیت نہ دینا۔ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ ابۡتِغَآءَ چاہنا، تلاش کرنا رَحۡمَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ اپنے رب کی رحمت کو، تَرۡجُوۡهَا رجاء سے ہے۔ امید کے معنی میں، فَقُلۡ کہہ دیجئے، لَّهُمۡ قَوۡلًا مَّيۡسُوۡرًا بات آسان نرم، مَّيۡسُوۡرًا یُسر سے ہے۔ آسانی والی بات، مطلب کیا ہے اس بات کا؟ کہ اگر کوئی رشتے دار یا غریب، مسکین، تمھارے پاس مدد طلب کرنے کے لئے آئے، قرضِ حسنہ لینا چاہتا ہے۔ اب آپ کے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں ہے؛ لیکن یہ توقع ہے کہ اتنے دنوں کے بعد کچھ رقم مل جائے گی، پھر میں اس قابل ہو جاؤں گا کہ اس کی مدد کروں۔ تو ڈانٹنے اور جھڑکنے کی بجائے، نرم انداز میں اس کو سمجھا دو، کہ ابھی تو نہیں ہے کچھ دن بعد آ جائے گی۔

اگر سختی یا بد اخلاقی سے جواب دیا، تو یاد رکھو کہ کہیں یہ نعمت ہی تم سے چھن نہ جائے۔ اور اگر تم کو ان سے منہ پھیر لینا پڑے۔ اپنے اس رب کی رحمت کی جو تو امید رکھتا ہے؟ تو چاہے کہ آرام اور نرمی سے ان کو سمجھا دو۔ یعنی مالی استطاعت کی کمی کی وجہ سے، جس سے تم کو اپنے رب سے ملنے کی امید ہے؟ اگر تم کو غریب رشتے داروں مسکینوں سے اعراض کرنا پڑے معذرت کرنی پڑے، تو نرمی کے ساتھ جواب دو۔ ترشی اور بد اخلاقی سے جواب نہ دو کہ غریب شرمندہ ہو۔ کہ میں نے کیوں اس سے مانگا۔

یہ ہے ادب اور اخلاق، وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً اور نہ کرو اپنے ہاتھوں کو بندھا ہوا، إِلَىٰ عُنُقِكَ اپنی گردن تک، وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا اور نہ اسے پوری طرح چھوڑ دو، ورنہ خود ہی نادم اور شرمندہ ہو کر رہ جاؤ گے۔

ایک بہت پیارا اصول سکھایا، درمیانہ راستہ، نہ اتنے کنجوس ہو جاو کہ ہاتھ گردن کے قریب بندھ جایئں، ہلا ہی نہ سکو۔ محاورہ ہے یہ۔ ہاتھ گردن سے بندھا ہونا، محاورہ ہے معنی ہے بخل نہ کرو۔ اور خرچ کرتے وقت اتنا نہ دے دو کہ کچھ بھی پاس نہ رہے۔ دونوں صورتوں میں درمیان میں رہو۔ اپنی ضرورت کے لئے خرچ کر رہے ہو یا اللہ کے لئے خرچ کر رہے ہو، دونوں میں درمیانہ راستہ، سورہ بقرہ کی آیت 219 میں آپ پڑھ چکے، یہ آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، ان کو کہہ دو زائد از ضرورت، خرچ کرنے کی بہترین بات ہے کہ آپ کے پاس بھی رہے۔

اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا کہ خرچ کا بہترین طریقہ کیا ہے؟ فرمایا کہ جس کے بعد تو خود بھی غنی رہے۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ سب کچھ دے دو اور سڑک پہ کھڑے ہو جاؤ، اور دوسروں سے پوچھو کہ اب میں کدھر جاوں۔ بعض حالات ایسے بھی آئے لوگوں نے سب کچھ دیا، لیکن یہ حالات اور

صورت حالات پہ ہے۔ لیکن عام حالات میں ضرورت کا رکھو اپنے پاس بھی۔ اور دوسروں کو بھی دو۔ لہذا ایسا نہ کرو کہ بالکل بھی نہ دو، یا سارا دے دو۔ اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا کہ افضل صدقہ کونسا ہے؟ وہ صدقہ جس کو دینے کے بعد بندہ خود صدقہ لینے کا مستحق نہ ہو جائے یعنی خود بھی غنی رہے۔ یہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔ اور ایک بہت بڑی روایت ہے۔ وہ کبھی بھی غریب نہیں ہو گا، جس نے درمیانی راہ اختیار کی۔ ایک اور روایت ہے کہ بہترین کام درمیانی کام ہیں۔۔ خود بھی خرچ کرو، بچوں پہ بھی خرچ کرو۔

۔مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا آخر میں ایسے ہو جاؤ کہ ملامت زدہ ہو کے رہ جاؤ۔ لوگ کہیں کہ کتنا برا تھا کہ سارا ہی خرچ کر دیا۔ اور نہ ایسا ہو کہ خود بیمار ہے اور پیسے بچا کر رکھے ہیں۔ مَّحْسُوْرًا تھکا ہوا الٹا ہوا، وہ جانور جو چل چل کے تھک گیا ہو، اور چلنے سے عاجز آ چکا ہو۔ فضول خرچی کرنے والا آخر خالی ہو کے بیٹھ جاتا ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَــقْدِرُ ۭ بے شک آپ کا رب رزق وسیع کرنے والا ہے۔ جس کے لئے چاہے، اور وہی تنگ کرتا ہے۔ اس لیے۔ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا بے شک وہ اپنے بندوں کے ساتھ خبیر اور بصیر ہے، تم یہ نہ سوچو، کہ اللہ نے دینے کا حکم دیا ہے تو کیا اللہ اُن کو دے نہیں سکتا؛ وہ تو تمھیں دیکھ رہا تھا، کہ تمھارا کتنا بڑا دل ہے۔ تم کتنا خرچ کر سکتے ہو۔ تم اللہ کے دیئے کو اللہ کے بندوں میں خرچ کر سکتے ہو کہ نہیں۔

جب انسان اللہ کو خبیر، بصیر اسمجھتا ہے تو اس کا زندگی گزارنے کا طریقہ مختلف ہو جاتا ہے۔ یہ چیز انسان کو اللہ کے سامنے کُھلا کر دیتی ہے۔ تمہارے ہاتھ روکنے سے نہ تم غنی رہ سکتے ہو، اور نہ دیکھنا کہ یہ مال تمہارے پاس رہ جاتا ہے۔ اور نہ دوسروں کو دینے سے تم فقیر ہو جاؤ گے۔ جس رب نے تمہیں دیا

ہے وہ سائل کو بھی دے سکتا ہے۔ وہ اس کی مدد کر دے گا، اس کو بھی دولت مل جائے گی۔ رزق کی کمی بیشی اللہ کے ہاتھ میں ہے، تم کو تنگ دل نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ کس کی دعاؤں کی وجہ سے تم کو مل رہا ہے۔ یا کس کس کا رزق تمہاری طرف منتقل کیا گیا ہے۔ تم کو کیا کرنا ہے، ضرورت مندوں کو دیتے رہو۔ پھر بات بنے گی۔

اور آخر میں اپنے عمل کو نظر میں رکھیں گے۔